© rasailojaraid.com

ذوالکفل بخاری

گرمیوں میں بس کا سفر

کئی روز ہوئے ہمارے استاد محترم نے یہ مضمون لکھ لانے کو کہا بی اے کے طالب علم کو اس عنوان میں کیا کشش محسوس ہو سکتی ہے؟ یہ ہمیں تبھی پتہ چلا ہو یہ ایک سیدھی سادی ہیٹک (Fatigue) تھی جو ہم جھیل گئے اس کو شائع کرانے کا ارادہ تو ہمارے شیطان کا، تو نہیں تھا لیکن اب یہ مرحلہ ہائے اشاعت میں داخل ہو رہا ہے اس کا سبب مدیر نقیب ختم نبوت کا اسے اچانک ملاحظہ فرمانا اور قابل اشاعت باور فرما لینا ہے اُن کے اس فیصلہ پر مجھے یقین ہے کہ میرے شیطان نے سر پیٹ ہی لیا ہو گا بہر حال جو بھی ہے آپ کے سامنے ہے کوئی اسے مضمون نہ کہے مضمون نما کہے' فرمائشی ہنسی کہے مجھے قبول ہے بلکہ اگر کوئی اسے انشائیہ کہہ دے تو بھی میں اس کا برا نہیں مانوں گا!

منیر نیازی ہمارے عہد کا بہت بڑا شاعر ہے اور پاکستانی قوم میں بڑے شاعر کی بڑی نشانی یہی ہے کہ وہ ہر طرح کی غمی میں قوم کے کام آئے ڈاکٹر اقبال بھی تو اسی لئے بڑے شاعر ہیں کہ (بقول قدرت اللہ شہاب) جلسے جلوس میں گڑبڑ کا احتمال ہو تو اس کی روک تھام کے لئے اقبال کا شعر' دھواں دار تقریر میں سانس پھولنے لگے تو دم لینے کے لئے اقبال کا شعر' ریڈیو میں فالتو لمحات گذارنے کے لئے اقبال کا شعر' گرمئ گفتار ہو یا گالی گلوچ نصیحت ہو یا فضیحت' وقت بے وقت جگہ بے جگہ (اقبال کے) غریب اشعار کا حلیہ بری طرح بگاڑا جاتا ہے تو صاحبو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ تحریر منیر نیازی کو بڑا شاعر ثابت کرنے کے لئے بہر حال نہیں لکھی جا رہی (کہ ہمیں کیا ضرورت ہے ان کے منہ آنے کی) بلکہ گرمیوں میں بس کا سفر لکھا جا رہا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ گرمیوں میں سفر ایسے ہی آتا ہے گویا رمضان المبارک میں دس محرم آجائے' بہر حال یہ منیر نیازی کی شرافت' عظمت' بندہ پروری اور خورد نوازی ہے کہ وہ ہمیں مایوس نہیں کرتے (اب آپ کہیں یہ نہ کہیں کہ میں منیر نیازی کی شرافت ثابت کرنے چلا ہوں)

جناب صدر! میرا موضوع سخن در سخن ہے بسوں میں گرمیوں کا سفر گرمیوں میں بس کا سفر بس میں سفر کی گرمیاں' اوہ معاف کیجئے گا جناب صدر نہیں پیارے قارئین' پھل کھانے قارئین اور گرمیوں میں بس کے مسافر قارئین' منیر نیازی فرماتے ہیں

منیر اس بس پہ آسیب کا سایہ ہے یا کیا ہے
کہ حرکت تیز تر ہے اور سفر آہستہ آہستہ

اور یقین مانیں کہ یہ میری بس کے متعلق کہا ہے میرا مطلب ہے کہ جس بس پر میں اس وقت گرمیوں کی قہر آلود سہ پہر میں بیٹھا دھوپ تاپ رہا ہوں آگ تاپ رہا ہوں سورج تاپ رہا ہوں اور اس سے بڑھ کر بس کا انجن تاپ رہا ہوں او۔ نوبت بایں رسید کہ اب بقول ناسخ

میں ہوں وہ آتش کا پرکالہ کہ میرے سامنے
آفتاب آکر کے جاڑے سے تھراتا ہوں میں

دماغ تپ کر پگھل رہا ہے اور پگھل پگھل کر ابل رہا ہے دل کو جوش پر جوش آ رہا ہے پورے جسم سے جو ناندہ' سوری پسینہ کی ندیاں رواں ہیں پسینہ' جس کے متعلق حکیم الامت نے فرمایا تھا کہ

میرے پنڈے سے دریا دریا نیا پسینہ ابل رہا ہے

پسینہ' جس کے متعلق قائد اعظم نے فرمایا تھا --- پسینہ پسینہ اور پسینہ! پسینہ جس کے متعلق --- میں معذرت چاہتا ہوں کہ رابطہ کٹ جانے سے بات مکمل نہیں کر سکا "لیکن اس سے فرق تو پڑتا نہیں کوئی"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہاں صاحب رابطہ یوں کٹ گیا کہ چکنائی سے لتھڑے ہوئے اور پسینے سے نہلائے ہوئے ہمہ یاراں دوزخ کے بیسیوں ریلوں کے بعد کا ریلا مجھ فقیر بے کلاہ و بے گلیم و بے ----(لاحول ولا قوہ) کی اکڑوں (بلکہ ککڑوں کوں) پوزیشن خراب کرتے ہوئے (بلکہ بے عزتی خراب کرتے ہوئے) میرے سر، گردن، بازوؤں کو ہاں (یقیناً کو ہاں کہ کمر میں تو پگھلنے کو اتنی ڈھیر ساری چربی ہوتی نہیں) اور لاتوں کے آس پاس سے گذر جانے کی کوشش کر رہا ہے

گذر جا سیل تند خو بن کے کوہ و بیاباں سے

لیکن آہ! یہ سیل، یہ ریلا جو گذرتا بھی نہیں جو ٹھہرتا بھی نہیں جو جمتا بھی نہیں جو رکتا بھی نہیں اور یہ میں ہوں، واقعی آپ کہتے ہیں تو میں ہی ہوں گا اگر اب بھی میں میں ہوں تو شاعر نے میرے لئے کہا ہے کہ

اک بندۂ عاصی کی اور ہماتنی مداراتیں

اور لیجئے حضرات، کنڈکٹر کا درد (حتمی طور پر) بے درماں ہو چکا ہے جی ہاں یہ بھی شاعر مشرق کا عارف و معتقد ہے اور ہماری آنکھوں کے راستے جگر تک پہنچ جانا چاہتا ہے (آنکھیں، جو جگر دھواں دار کے لئے چمنیاں بنی ہوئی ہیں) اور شاید یہی کہنا چاہتا ہے کہ

یہ بس ابھی ناتمام ہے شاید .....!

کہ آ رہی ہے دمادم سواریوں پہ سواری

جی ہاں یہ کنڈکٹر ہے یہ کنٹرولر ہے یہ ڈکٹیٹر ہے یہ آمر ہے یہ ڈرائیور کی باقیات ہے اور ہاں یہ پنجابی کا کلینڈر ہے کہ میں جسے کہنا بھی چاہوں تو کیسے کہوں

مینوں رکھ لے کلینڈر نال وے

لمیاں روٹاں تے

لمیاں وے لمیاں

کوئی بتلاؤ کہ کیسے کہوں، کوئی نہیں بتلاتا تو ہمیں کو سوچنا چاہیے، اتنے آپ میرا جوہر جو شاندۂ آئینہ ایام اور بے بساں بس اندر کے لئے میرا آخری الہامی پیغام ملاحظہ فرمائیں (آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب چاہتے ہوئے) اور راستے میں اپنی بس بیمار پڑا اپنے تن مردار پر اور آخر ہوتے قرطاس پہ حسرت کی نظر ڈال لوں

جتھاں ٹُرپئے سفر تھی گئے

جتھاں بہہ گئے اوہ گھر تھی گئے

جتھاں پھس گئے قبر تھی گئے

© rasailojaraid.com